افراد جماعت کو جلسہ سالانہ کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی تاکید

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳؍نومبر ۱۹۷۸ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا جلسہ سالانہ قریب آ گیا ہے۔ کچھ انتظامات تو ایسے ہیں جو منتظمینِ جلسہ کو سارا سال ہی کرنے پڑتے ہیں۔ جب ایک جلسہ ختم ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی آئندہ جلسے کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے۔ کچھ انتظامات ایسے ہیں جن کا تعلق اہل ربوہ اور ربوہ سے باہر کی جماعتوں سے ہے۔ جہاں تک اہلِ ربوہ کا تعلق ہے بعض انتظامات ایسے ہیں جن کی طرف ربوہ کے مکینوں کو کافی عرصہ پہلے توجہ دینی چاہیئے اور وہ دیتے ہیں اور کافی عرصہ پہلے ان کو اس طرف توجہ دلائی بھی جاتی ہے اور کچھ انتظامات کی طرف باہر کی جماعتوں کو کافی عرصہ پہلے توجہ دلائی جاتی ہے تا کہ وقت پر کام ہو جائیں اور تکلیف نہ ہو۔

جن باتوں کا تعلق اہل ربوہ سے ہے ان میں پہلے نمبر پر صفائی اور طہارت اور ایسی فضا کا پیدا کرنا ہے جس میں کسی قسم کا گند نہ ہو اور یہ ربوہ کے مکینوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو صفائی ہمارے سارے ہی حواس سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ مثلاً لمس سے اور چھونے سے تعلق رکھنے والی صفائی یہ ہے کہ جن راہوں پر ہمارے بھائیوں نے جو باہر سے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آئیں گے چلنا ہے ان راستوں کو صاف کیا جائے۔ ان کے گڑھوں کو پر کیا جائے۔ جو غیر ہموار جگہیں ہیں ان کو ہموار کیا جائے تا کہ انہیں ٹھوکر نہ لگے۔ یہ

شہر کی صفائی کا حصہ ہے اور اس کا تعلق لمس سے ہے۔ پھر صفائی کا تعلق ناک سے بھی ہے۔ ربوہ میں سڑکوں پر یا راستوں پر یا ایسی جگہوں پر جن کے قریب سے ہم نے گزرنا ہے یا ہمارے بھائیوں نے گزرنا ہے ایسی گندگی نہ ہو کہ جس سے بدبو اٹھ رہی ہو اور ہمارے ناک کراہت محسوس کریں اور باہر سے آنے والے سوچیں کہ اہل ربوہ کو کیا ہو گیا ہے ان سے اتنا نہیں ہوسکا کہ ہمارے آنے سے پہلے اپنے اس پاک شہر کو اس لحاظ سے بھی پاک کر دیتے۔ آپ پر خواہ مخواہ بدنامی کا ایک داغ لگ جاتا ہے۔ پس صفائی کا ایک یہ حصہ بھی ہے۔ پہلا حصہ تھا لمس سے تعلق رکھنے والی صفائی۔

ناہموار جگہوں کو ہموار کر دیں۔ راہوں کو ایسا بنا دیں کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے اور تکلیف نہ ہو کسی کو موچ نہ آئے اور دوسرے یہ ہے کہ ہمارے ناک بھی ربوہ کو صاف پائیں۔ پھر ایک صفائی یہ ہے کہ ہماری آنکھیں بھی ربوہ کو، ربوہ کی سڑکوں کو اور سڑکوں کے گرد جو جھاڑیاں اور درخت ہیں ان کو صاف دیکھیں۔ اس صفائی کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ کئی جگہ کانٹے دار جھاڑیاں اس طرح اگی ہوئی ہوتی ہیں کہ چلنے والے کو بے خیالی میں چبھ سکتی ہیں۔ یہ لمس سے تعلق رکھنے والی صفائی کا فقدان ہے لیکن وہ آنکھ کو بھی بری لگتی ہیں کہ یہ کیا ہے، چند گھنٹے کا وقارِ عمل جس چیز کو صاف کر سکتا تھا اس میں غفلت اور سستی برتی گئی ہے۔

ایک صفائی کا تعلق کانوں سے ہے۔ قرآن کریم نے ہمیشہ ہی اس قسم کی صفائی کو قائم رکھنے پر زور دیا ہے لیکن خصوصاً اجتماعات کے موقع پر کہا ہے کہ دیکھو اس قسم کا گند بھی فضا میں نہ ہو۔ فضا میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آواز کی لہریں ہماری فضا میں چکر لگا رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ کہا کہ پبلک پلیسز (Public Places) میں جن میں سڑکیں بھی ہیں اور سڑکوں کے علاوہ بعض اور مقامات بھی ہوتے ہیں جہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں وہاں رفث نہیں ہونا چاہیئے، فحش کلامی نہیں ہونی چاہیئے۔ ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے جو اچھی نہ لگے اور قبیح ہو۔ آگے اس کے کئی درجے ہیں بعض ایسی باتیں ہیں کہ اگر دوست گھر کے اندر بیٹھے ہوئے آپس میں ہنسی مذاق کر لیں تو وہ قابلِ اعتراض نہیں ہوتیں لیکن اگر وہی چیز سڑکوں پر کی جائے تو وہ قابلِ اعتراض ہو جاتی ہے۔ بعض ایسی باتیں ہیں کہ اگر مردوں میں ہو رہی ہوں تو اتنی زیادہ قابلِ اعتراض

نہیں ہوتیں لیکن اگر کوئی بہن وہاں سے گذر رہی ہو اور اس کے کانوں میں بھی وہ آواز پڑ جائے تو وہ بات بڑی سخت قابلِ اعتراض ہو جاتی ہے کہ تم نے اپنی بہنوں کا خیال نہیں رکھا اور اپنی زبانوں کو قابو میں نہیں رکھا۔ پس خاص طور پر یہ کہا گیا ہے کہ اپنے ماحول کی فضا کو جس میں ساؤنڈ ویوز (Sound Waves) یعنی صوتی لہریں ہر وقت چل رہی ہیں صاف رکھو۔ جب ہم بولتے ہیں تو آواز کی لہریں چلتی ہیں ان میں گندگی نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ بھی صاف ہونی چاہئیں۔

پھر ایک مرکب گندگی یہ ہے کہ کوئی لڑ پڑے۔ اس میں آواز بھی آئے گی اور دیکھنے والا اور پاس سے گزرنے والا بھی بڑی کراہت محسوس کرے گا کہ جو بھائی بنیان مرصوص بنائے گئے ہیں ان کا آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے اور ہو بھی پبلک پلیس (Public Place) پر رہا ہے۔ اجتماعات میں اس قسم کے واقعات ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے کیونکہ بڑے اجتماعات میں بعض دفعہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے میں سستی ہو جاتی ہے لیکن بعض بڑے اچھے نمونے ہیں۔ میں جلسے کے متعلق ہی بتا دیتا ہوں۔ چھوٹی سی بات ہے لیکن بڑی بات بھی ہے۔ قادیان کا واقعہ ہے میں اس وقت بہت چھوٹا تھا تاہم ابھی تک وہ نظارہ میرے سامنے ہے۔ میں اتنا چھوٹا تھا کہ میرے ذمے کوئی کام نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ جن کو ہم بھی ماموں کہتے تھے افسر جلسہ سالانہ تھے۔ وہ مجھے اپنے دفتر میں بلا لیتے تھے تاکہ مجھے کام کی عادت پیدا ہو اور جماعت کے کاموں سے پیار پیدا ہو اور کہتے تھے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ یہ پتا کر کے آؤ یا یہ خط پہنچا دو اس قسم کے چھوٹے موٹے کام وہ مجھ سے لیا کرتے تھے۔ ایک دن شام کو ان کے اندازے کے مطابق مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تھے مجھے کہا کہ ذرا فلاں کمروں میں دیکھ کر آؤ کہ ان سب نے کھانا کھا لیا ہے اور آرام سے ہیں کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ مدرسہ احمدیہ کے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے آپ میں سے تو بہت سے ایسے ہیں جن کو پتا نہیں کہ مدرسہ احمدیہ کی شکل کیا تھی اور اس کے کمرے کس قسم کے تھے بہرحال مجھے مصروف رکھنے کے لئے اور میری تربیت کے لئے مجھے کہا تھا کہ میں دو چار کمرے دیکھوں۔ سردیوں کے دن تھے اور وہاں سردی زیادہ پڑا کرتی تھی۔ جلسے کے

ایام میں رضا کاروں کو، کام کرنے والوں کو دو ایک بار چائے ملا کرتی تھی۔ میں جب وہاں گیا تو ایک دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا اور میرے آگے آگے ہی ایک چھوٹی عمر کا رضا کار چائے کا ایک آبخورہ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اتفاقاً اس کمرے میں ایک مہمان کو بخار چڑھا ہوا تھا اس نے کہا کہ تم میرے لئے چائے لے کر آئے ہو اور مجھے بہت لطف آیا کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس نے کہا کہ ہاں میں آپ کے لئے چائے لے کر آیا ہوں اور اس کو چائے پیش کر دی۔ اگر وہ اتنا بھی کہہ دیتا کہ نہیں یہ تو میرے لئے تھی آپ پی لیں تب بھی وہ میرے نزدیک ایک جدال والی صورت بن جاتی۔ بعض کے نزدیک نہیں بنتی ہوگی لیکن میری حساس طبیعت اس کو بھی یہی سمجھتی ہے کہ اس نے جھگڑا کیا مگر اس نے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ غرض اجتماعات میں بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو دوسروں کو تکلیف دے سکتی ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ چھوٹی بات ہو یا بڑی اگر تکلیف پہنچے تو آدمی اسے برداشت کر جائے۔ جھگڑا نہیں کرنا۔ اخلاق لحاظ سے یہ پاکیزگی، یہ طہارت، یہ صفائی ہماری فضا میں ہونی چاہیئے۔ گندگی سے پاک اور مطہر فضا ہونی چاہیئے۔

اس سلسلہ میں کچھ کام وقارِ عمل کے ذریعے کرنے کے ہیں اور کچھ کام سمجھانے کے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے دماغ میں بار بار یہ بات آنی چاہیئے کہ یہ جماعت ہے اور یہ جماعت کا مقام ہے۔

ایک بہت بڑا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور جلسہ سالانہ اس کے مطابق ایک چھوٹا سا مظاہرہ ہے اس کے اندر وہ خوبیاں اور وہ صفات پائی جانی چاہئیں جن کی طرف قرآن کریم نے ایک آئیڈیل ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں توجہ دلائی ہے کہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کرو۔ جلسہ کے لئے رضا کارانہ کاموں میں سے ایک تو وقارِ عمل ہے۔ اس کا انتظام زیادہ تر خدام الاحمدیہ کے سپرد ہے اور کام میں انصار بھی اور اطفال بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس کے لئے ابھی سے دیکھیں اور مختلف قسم کی ظاہری صفائی جو ہونی چاہیئے ابھی سے اس کی طرف توجہ دیں۔ جس وقت جلسہ شروع ہو تو ہمارا یہ شہر ربوہ جو ہمارا مرکز ہے یہ ایک غریب اور مسکین دلہن کی طرح صاف و شفاف ہو۔ نمائش کی ہمیں ضرورت نہیں لیکن جس طرح ایک دیہاتی دلہن

ہوتی ہے نہائی دھوئی صاف کپڑوں میں ملبوس اور اپنے حال پر راضی اور جو کچھ خدا نے اسے دیا ہے اس پر خوش اسی طرح ربوہ کو صاف کر دیں۔ شو تو نہ ہم کر سکتے ہیں اور نہ ہمیں کرنے کی خواہش ہے لیکن ایک چمکتا ہوا چہرہ اور منور دل اور صاف گلیاں اور پاک اور مطہر فضا باہر سے آنے والے، اپنے بھی اور دوسرے بھی محسوس کریں۔

دوسری چیز رضا کار ہیں جلسہ سالانہ کا یہ عجیب مقام ہے کہ سوائے ان کاموں کے جو رضا کارانہ طور پر ہو ہی نہیں سکتے باقی تمام کام رضا کارانہ طور پر سرانجام پاتے ہیں۔ مثلاً نانبائی کا کام ہمارا جامعہ احمدیہ کا طالبِ علم تو نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے مزدور ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور وہ بڑا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے لیکن اتنے بڑے اجتماع کے نظام کا بہت بھاری حصہ رضا کارانہ طریق پر چلتا ہے۔ دنیا اتنی آگے نکل گئی ہے مگر ہمارے جلسے کو دیکھ کر وہ بہت حیران ہوتے ہیں اور اگر ان کو حقیقت بتائی جائے تو وہ مان ہی نہیں سکتے۔ مجھے یاد ہے بہت دیر کی بات ہے۔ پارٹیشن کے بعد جب یہاں لنگر اپنی وسعت کے لحاظ سے ابھی آدھے بھی نہیں ہوتے تھے اور مہمان آدھے کے قریب ہوتے ہوں گے تو ایک دفعہ انگلستان سے ایک عورت مہمان کے طور پر آئی۔ وہ جہاں ٹھہری ہوئی تھی ان کو کہنے لگی کہ اگر میں نے واپس جا کر کہا کہ میں یہ دیکھ کر آئی ہوں کہ اتنے مہمانوں کو ایک وقت میں کھانا کھلا دیا جاتا ہے (اس وقت تیس، چالیس ہزار کے درمیان مہمان تھے) اور کوئی بدنظمی نہیں ہوتی تو جن سے میں یہ باتیں کروں گی جو کہ میں نے خود دیکھی ہوں گی تو وہ سمجھیں گے کہ میں وہاں سے پاگل ہو کر واپس آئی ہوں، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بہرحال اس کے لئے رضا کار چاہئیں لیکن مخلص، مستعد پیار سے کام کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی اس نعمت کو سمجھنے والے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو خدمت کا موقع دیا ہے اور اس عظیم جلسے کی ذمہ داری کو جو اپنی اپنی عمر کے لحاظ سے ان کے سپرد کی جائے وہ ادا کرنے والے ہوں۔ اب جلسے میں بہت وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ پہلے قادیان میں تو میرے خیال میں ایک رضا کار بھی باہر سے نہیں لیا جاتا تھا اب کچھ عرصہ سے ربوہ میں لئے جا رہے ہیں۔ مجھے افسر صاحب جلسہ سالانہ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ بیرونی جماعتوں سے یعنی ربوہ سے باہر پاکستان میں بسنے والی جماعتوں سے پانچ سو کے قریب رضا کار چاہئیں۔

میں کہوں گا کہ اگر پانچ سو اور چھ سو کے درمیان رضا کار مل جائیں تو وہ امید کرتے ہیں کہ ان کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور پھر کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ کوئی بڑی تعداد نہیں ہے لیکن جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جو کام کرنے والے باہر سے آئیں وہ موزوں آدمی ہوں۔ باہر والوں کو اس قسم کی تربیت نہیں ہوتی جیسی ربوہ میں رہنے والوں کو ہے۔ باہر سے جو آئیں گے ان میں سے کچھ تو وہ ہوں گے جو پچھلے سال بھی رضا کار بن کر آئے تھے وہ تو تربیت یافتہ ہیں ان کی فکر نہیں اور جو پہلی دفعہ آئیں گے ان میں کمزور بھی ہوں گے، ناسمجھ بھی ہوں گے، ناتجربہ کار بھی ہوں گے اس واسطے امرا صاحبان اور خدام الاحمدیہ کے قائدین ہر دو مل کر ہر لحاظ سے اپنی تسلی کریں۔ صرف ان کی مستعدی کو اور ان کے اخلاص کو نہیں دیکھنا بلکہ جلسے کی ضرورت کے لحاظ سے جس قسم کے آدمی وہ سمجھتے ہیں کہ ضروری ہیں اس قسم کے آدمی بھیجیں۔ عام طور پر ہمارے امرا تو بہت سے جلسے دیکھ چکے ہیں اور ان کو پتا ہے ان کے دل میں کبھی شکایتیں بھی پیدا ہوئی ہوں گی جن کو وہ خدا کے لئے بھول گئے۔ بہر حال وہ تسلی کر کے بھیجیں کہ صحیح نوجوان ہو۔ صحیح سے میری مراد یہ ہے کہ جو جلسہ سالانہ کے کام کے لئے موزوں اور مناسب ہو اور یہ ضروری نہیں ہے کہ نوجوان ہی ہو بلکہ بہت سے ایسے کام ہیں جن میں بڑی عمر کے آدمی شاید زیادہ اچھا کام کر سکیں۔ کچھ نہ کچھ حصّہ تو ثواب میں ان کو بھی ملنا چاہیئے جن کو میں جوانوں کے جوان کہا کرتا ہوں یعنی جن کا انصاراللہ کے ساتھ تعلق ہے۔ پس قابلِ اعتماد اور اپنے نفسوں پر قابو رکھنے والے غصہ میں نہ آنے والے، پیار سے خدمت کرنے والے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق رکھنے والے اور آپ نے جو جماعت پیدا کی ہے اس کے نظام کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کر کے جماعت کے کام کو محض عمل کے ذریعہ نہیں بلکہ حسنِ عمل کے ذریعہ سرانجام دینے والے رضا کار ہمیں چاہئیں۔ باہر کی جماعتیں مہیا کریں گی۔ میں آج خطبہ میں ان کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں۔

جلسے کا تیسرا مسئلہ ہے مکان اور میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ یہ مسئلہ تو ہم سے قیامت تک حل ہونے والا نہیں۔ بہت لمبا عرصہ گزرا جب سے مجھے ہوش آئی ہے اس وقت سے آج تک کسی جلسہ پر بھی میں نے یہ محسوس نہیں کیا کہ ہمیں مکانات کے لحاظ سے کوئی دقت نہیں۔ جب

میں بطور رضا کار کام کر رہا تھا یا کوئی چھوٹی سی ذمہ داری مجھے ملی پھر افسر جلسہ سالانہ کے ماتحت کسی خاص حصے کی ذمہ داری ملی پھر میں نے افسر جلسہ سالانہ کا کام کیا پھر ساری جماعت کی ذمہ داری یعنی خلافت میرے سپرد ہوئی کسی جلسہ پر بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ مہمانوں کے لئے مکان کافی ہیں۔ یہ تو وعدہ دیا گیا ہے کہ آپ جتنے مرضی مکان بنالیں وہ ناکافی ہیں۔ اگر آپ ربوہ شہر کی حدود پھیلاتے پھیلاتے کراچی تک پہنچا دیں تب بھی یہ شہر چھوٹا ہی رہے گا کیونکہ وَسِّعْ مَكَانَكَ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جلسہ سالانہ تمہیں ہر سال ہی وسعت کی طرف توجہ دلاتا رہے گا۔ کچھ تو ہم نے جلسہ کے انتظام میں اپنی وقتی ضرورتوں کے لئے بہت سادہ سے کمرے بھی بنوائے ہیں لیکن اس کے باوجود ربوہ اور اہل ربوہ پر مکانوں کے لحاظ سے بوجھ پڑتا ہے۔ باہر سے آنے والے جن کے اپنے دوست یا رشتہ دار یہاں نہیں ہیں یا اپنا کوئی مکان یہاں نہیں ہے وہ اس بات کو نہیں سمجھتے لیکن یہ میرا خیال ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ ربوہ کا کوئی ایک مکان بھی ایسا نہیں ہے جس میں جلسہ سالانہ کے مہمان نہ ٹھہرتے ہوں۔ ربوہ ان دنوں میں بڑی ہمت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کر رہا ہوتا ہے۔

مکانیت کے لحاظ سے ہمارے باہر سے آنے والے مہمان دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہوں نے اپنے ٹھہرنے کا انتظام اپنے عزیزوں رشتہ داروں دوستوں اور واقفوں کے ہاں کیا ہوتا ہے یا دوستوں کے ہاں یا بعض دفعہ دوست ساتھ لے آتے ہیں کہ چلو میں ایک کمرے میں جا رہا ہوں وہاں چار مرد ہیں دو اور آ جاؤ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یا ہم دس ہیں پانچ اور آ جاؤ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دوسرے وہ مہمان ہیں جن کا اس رنگ میں انتظام نہیں ہوسکتا اور نہیں ہوا اور وہ جلسہ سالانہ کے نظام کو کہتے ہیں کہ ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کرو۔ جس وقت تک درسگاہیں قومیائی نہیں گئی تھیں تو ان کی عمارتیں اس کام میں بھی آتی تھیں۔ جماعت نے پاکستان کے معیار کے لحاظ سے کہیں زیادہ وسیع عمارتیں ربوہ میں تعلیمی اداروں کے لئے بنائی تھیں اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہماری جلسہ سالانہ کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے والی ہیں۔ اس کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ معاوضہ دیئے بغیر نو دس کروڑ روپے کی

جائیداد حکومت نے آرام سے اپنے قبضہ میں لے لی۔ یہ بڑی رقم ہے اور خصوصاً ایک غریب جماعت کے لئے۔ اور اتنی بڑی رقم کی جائیداد لے لی اور جب جلسہ کا وقت آیا اور ہم نے کہا کہ آٹھ دس دن کے لئے تو ہمیں استعمال کرنے دو تو کہہ دیا کہ نہیں یہ تو قومیائی گئی ہیں۔ تعلیمی اداروں میں گندم سٹور ہو کر وہاں ضائع ہو جاتی ہے اور اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے اس کے لئے تو تعلیمی اداروں کے کمرے استعمال ہو سکتے ہیں اور اگر نہیں ہو سکتے تو ایک انسان کے آرام کے لئے وہ کمرے استعمال نہیں ہو سکتے اور انسان بھی وہ جس کے پیسوں سے وہ عمارتیں بنی تھیں اور جس نے بڑی خوشی کے ساتھ وہ قوم کے سپرد کر دیں۔ قوم نے ایک منصوبہ بنایا تھا ہم نے کہا ٹھیک ہے تم انتظام چلاؤ۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ قومیائے جانے کے بعد تعلیم کا معیار بلند ہوا ہے یا نیچے گرا ہے اس وقت یہ میرا مضمون نہیں ہے اور نہ میں اس بحث میں پڑنا چاہتا ہوں لیکن جنہوں نے اتنی بڑی جائیداد بنائی اور تعلیم پر اس قدر خرچ کیا ان کا کچھ خیال نہیں رکھا گیا۔ جماعت احمدیہ جیسی غریب جماعت نے سات سے دس کروڑ روپے کے قریب صرف ربوہ کے اندر تعلیم پر خرچ کیا اور جماعت احمدیہ کے بچوں کی تعلیم پر خرچ نہیں کیا بلکہ تعلیم پر خرچ کیا۔ میں پرنسپل رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کیونکہ میں ہی ذمہ دار تھا کہ پچاس فیصد سے زیادہ میں ان بچوں کو داخل کرتا تھا جن کا عقیدۃً جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں ہوتا تھا اور تعلیمی لحاظ سے پچاس فیصد سے زیادہ ان بچوں کو رعایت دیتا تھا جن کا تعلق جماعت سے نہیں تھا ورنہ وہ پڑھ ہی نہیں سکتے تھے بیچارے غریبوں کے بچے جن کو ہمارے علاوہ اور کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ غرض جماعت نے قوم کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے اور تعلیم میں وسعت پیدا کرنے کے لئے اس قدر قربانی کی لیکن جب تعلیمی ادارے قومیائے گئے تو ہم بس اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ہو گیا۔

باقی جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے مہمانوں کی تعداد تو ہر سال بڑھتی ہے باوجود اس کے کہ بعض دفعہ جلسہ روکا بھی گیا اور مختلف حوادثِ زمانہ سے بھی رکا، حالات سے بھی رکا، پارٹیشن کی وجہ سے ایک جلسہ رکا لیکن جماعت احمدیہ ایک عجیب قوم ہے میں نے تو کبھی رہائش کی فکر نہیں کی۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی ایسا موقع آیا تو ہم اپنے گھر چھوڑ کر مسجد میں آجائیں

گے اور اپنے گھر جلسہ کو دے دیں گے کہ ان میں مہمان ٹھہرادو اور اگر ایسی ضرورت پڑی تو ہم باہر ٹھہر جائیں گے۔ اگر دنیا کے نوجوان فوجی تربیت لینے والے سخت سردی میں کمبلوں میں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ راتیں گزار سکتے ہیں جتنی ہمارے جلسے کی ہیں تو ہم بھی گزار سکتے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔ بہرحال باوجود اس کے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر ربوہ کا کوئی مکان بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں مہمان نہ ٹھہرتے ہوں۔ پھر بھی میں آپ سے کہتا ہوں کہ جن کے کوئی دوست واقف اور رشتہ دار یہاں نہیں ہیں ان کے لئے بھی آپ کے دلوں میں محبت ہے اور ان کے دلوں میں بھی آپ کے لئے محبت ہے۔ ان کے آرام کے لئے ایک کمرہ یا دو کمرے، چھوٹا کمرہ یا بڑا کمرہ جتنے آپ دے سکتے ہیں وہ جلسہ کے انتظام کو دے دیں تا کہ ایسے لوگ جو اپنے طور پر انتظام نہیں کر سکتے اور وہ ہماری عام قیام گاہوں میں نہیں ٹھہر سکتے ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا جا سکے۔ جلسہ پر بعض ایسے خاندان آتے ہیں جو جماعتی قیام گاہوں میں نہیں ٹھہر سکتے۔ مثلاً ضلع لاہور ٹھہرا ہوا ہے یا ضلع ساہیوال ٹھہرا ہوا ہے اور یا ضلع راولپنڈی ٹھہرا ہوا ہے یا جماعتی قیام گاہوں میں جگہ نہیں رہتی ان کو ہمیں باہر ٹھہرانا پڑتا ہے اور ان کے لئے یہ ضرورت ہے۔ آپ کو یہ کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کے نفوس اور اموال میں اور جن مکانوں میں آپ کی رہائش ہوگی ان میں برکت ڈالے گا تو اپنے مکانوں میں برکت ڈالنے کے لئے جن قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ آپ پیش کریں تا کہ آپ کے مکانوں میں بھی پہلے سے زیادہ برکتیں ہوں اور آپ کے مکانوں میں جو آپ کے بچے رہنے والے ہیں ان کے دل بھی صاف اور پاک اور مطہر بنیں۔

پس جلسہ آ رہا ہے جتنی ذمہ داریاں اہلِ ربوہ کی یا باہر والوں کی ہیں وہ ادا کریں اور ہمارا اصل بھروسہ ہمارے رب پر ہے۔ پس دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں۔ دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ بس اب اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی دعا کریں اتنی ہی کم ہے اور جتنے انعام اس کے بدلے میں آپ خدا سے پائیں اور اس کی برکات حاصل کریں اور اس کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں اور اس کے فضل آپ کو ملیں وہ بھی کم ہیں، اس سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ اے اللہ! تیرے فضل کافی ہوگئے اب ہمیں اور فضلوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کے دماغ میں کبھی ایسا خیال آیا ہے؟ سوائے پاگل کے کسی کے دماغ میں ایسا خیال نہیں آ سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے صاحبِ شریعت نبی جو تمام بنی اسرائیل کے لئے آئے تھے اور بڑا لمبا زمانہ آپ کی شریعت کا رہا انہوں نے بھی دعا کی تھی کہ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:۲۵) کہ تیری طرف سے جو خیر آئے میں ہمیشہ ہی اس کا محتاج اور فقیر رہوں گا اور یہی ایک حقیقت ہے۔ پس خیر اور برکت اور فضل اور رحمت اور خدا تعالیٰ کے نعماء کے حصول کے ذرائع کو اختیار کرو تا کہ تمہارے گھر اور تمہاری جھولیاں اور تمہارے سینے اور تمہارے دماغ اور تمہاری نسلیں خدا تعالیٰ کے نور سے بھر جائیں اور ان کے آگے اور ان کے دائیں ان کا نور چلے اور اتنا نور ہو جائے کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ دنیا کی ہدایت کا سامان پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۲ تا ۵)